ایبسٹریکٹ (اختصاریہ)

(Abstract)

(شمارہ-۲۰)

ڈاکٹر مظہر علی طلعت
ٹیچنگ ریسرچ ایسوسی ایٹ، شعبہ اُردو
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

ڈاکٹر ارشد محمود آصف (ارشد معراج)
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

- **فلسفہ اور روحانیت: میشل فوکو**

ڈاکٹر قیصر شہزاد

زیرِ نظر مضمون میں میشل فوکو کے لیکچر "موضوع کی تعبیریات" کا جزوی ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔مترجم نے تعارف میں اس لیکچر کے سیاق ،فوکو کے علمی کا م میں اس کے مقام اور اہمیت ومضمرات پر گفتگو کی ہے۔ مصنف (فوکو) نے اس تحریر میں فلسفے اور روحانیت کے درمیان فرق کی بنیاد یہ بیان کی ہے کہ فلسفے میں صداقت تک رسائی موضوع کو پہلے سے حاصل سمجھی جاتی ہے جبکہ روحانی نقطہ نظر سے موضوع بطور موضوع صداقت تک رسائی کا مستحق نہیں ٹھہرتا بلکہ اسے کئی طرح کی ریاضتوں سے گزرنا اور اپنے اندر تغیر وتبدل کرنا پڑتا ہے۔فوکو کی نگاہ میں مشہور سقراطی قول " خود کو پہچانو"، متداول تعبیر کے ساتھ، پہلے موقف کی ترجمانی کرتا ہے۔ وہ دکھاتا ہے کہ جدید فکرِ مغرب میں اس مقولے کو غلط بھی سمجھا گیا اور اسے وہ اہمیت بھی دے دی گئی جس کا وہ ہرگز مستحق نہ تھا۔ دوسری جانب اس کے خیال میں روحانی موقف کا نمائندہ مقولہ "اپنا خیال رکھو" تھا جو کلاسیکی مغربی فلسفے ، مذہب اور روحانیت میں رچا بسا تھا اور فلسفے اور روحانیت کے درمیان ہمزۂ وصل کا کردار ادا کرتا تھا۔قرون وسطی میں الہیات اور تصوف کے درمیان ہونے والے جھگڑوں اور پھر دیکارت کے اس دعوے کے بعد کہ خود شناسی وجدانی طور پر ہر انسان کو پہلے سے حاصل ہوتی ہے اس کے لیے اسے کچھ کرنا نہیں پڑتا ، یہ رابطہ ٹوٹ گیا۔ اپنے تعارفی نوٹ میں مترجم نے فوکو کے اس کام کو پروفیسر تھامس کیسولیس کے اٹھائے گئے ایک سوال کے تناظر میں دیکھے جانے کی سفارش کی ہے۔ پروفیسر کیسولیس نے خیال ظاہر کیا تھا کہ مختلف ثقافتوں کے باہمی فرق کی بنیاد یہ ہوتی ہے کہ وہ چیزوں کے درمیان" تعلق" کی بنیادی نوعیت داخلی سمجھتے ہیں یا خارجی۔ ایک ثقافت کی مابعد الطبعیات، علمیات، منطق، اخلاقیات، سیاسیات اور آرٹ کی نوعیت کا دارومدار اسی فیصلے پر ہوتا ہے۔ چنانچہ عالم اور معلوم کا تعلق خارجی سمجھنے والی ثقافت جو علمیات پیدا کرتی ہے اس میں علم کے حصول کے لیے طالبِ علم کا اپنی ہستی کو تبدیل کرنا ضروری نہیں جبکہ اس تعلق کو داخلی قرار دینے والی ثقافت کی علمیات کے مطابق جب تک طالبِ علم روحانی ریاضتوں کے ذریعے خود کو تبدیل نہ کرے ، وہ علم حاصل نہیں کرسکتا۔ کیسولیس نے ضمنا مشرقی اور قدیم مغربی علمیات کو موخر الذکر اور جبکہ جدید مغربی علمیات کو اول الذکر زمرے میں شامل سمجھا اور پھر سوال اٹھایا کہ کیا پسِ جدیدیت کی علمیات کو پرانی مغربی علمیات کی جانب رجوع سمجھا جاسکتا ہے؟ مترجم نے رائے ظاہر کی ہے کہ فوکو کی زیرِ نظر تحریر سے اس سوال کا اثبات میں جواب ملتا ہے۔

- **معارف نامے: پروفیسر مولوی محمد شفیع بہ نام ڈاکٹر محمد حمیداللہ**

محمد ارشد

زیرِنظر مضمون میں مقالہ نگار نے پروفیسر مولوی محمد شفیع اور پاکستان و ہند اور دوسرے ممالک کے اہل علم کے مابین وسیع پیمانے پر ہونے والی مراسلت کو موضوع بنایا ہے۔اس مراسلت میں پروفیسر مولوی محمد شفیع اور ڈاکٹر محمد حمیداللہ کے درمیان ہونے والی خط و کتابت شامل ہے۔مضمون نگار نے پروفیسر مولوی محمد شفیع اور ڈاکٹر محمد حمیداللہ کے درمیان خط و کتابت کی نوعیت کا یہ رخ پیش کیا ہے کہ اس خط و کتابت میں ڈاکٹر محمد حمیداللہ کی ادارہ معارف اسلامیہ کے زیرانتظام شائع ہونے والی کتب اور رسائل میں ڈاکٹر محمد حمیداللہ کی تدوینی اور علمی خدمات کا پسِ منظر کیا ہے۔

- **سمرسٹ ماہم کے تنقید کے کچھ زاویے اور ناول ''مادام بواری'' (ایک تجزیاتی مطالعہ)**

ڈاکٹر مظہر علی طلعت

زیرِنظر مضمون میں مقالہ نگار نے انگریزی کے معروف ادیب، نقاد اور افسانہ نگار سمرسٹ ماہم کے تنقیدی اصولوں اور نوعیت کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔سمرسٹ ماہم نے اپنی مختلف تحریروں میں دنیائے ادب کی عظیم ادبی تخلیقات پر تنقید کرتے ہوئے ان تخلیقات کے معیار کو جانچا ہے۔سمرسٹ ماہم کی تنقید میں صرف خشک اور مجرد تنقیدی تجزیے ہی شامل نہیں ہیں بلکہ اس کی تنقید میں اس کا ذوق ادب بھی کارفرما ہے۔مضمون نگار نے سمرسٹ ماہم کی معروف فرانسیسی ادیب فلوبیئر کے ناول ''مادام بواری'' پر کی گئی تنقیدی آراء کو پیش کیا ہے اور سمرسٹ ماہم کی تنقید کے اعلیٰ معیار کو زیرِ بحث لاتے ہوئے ماہم کے تنقیدی معیارات کی نوعیت کو قلم بند کیا ہے۔

- **کلیم الدین احمد کی تنقید میں جدید و مابعد جدید تنقیدی تصورات کے متعلق اشارات**

محمد اشرف مغل

زیرِنظر مضمون معروف اُردو نقاد کلیم الدین احمد کی تنقید کا محاکمہ ہے اور یہ مضمون گزشتہ مضمون کا دوسرا حصہ ہے۔مصنف نے مشہور اردو نقاد کلیم الدین احمد کی تنقید میں جدید و مابعد جدید تنقیدی تصورات کے متعلق اشارات کی کھوج کی ہے۔مصنف نے کلیم الدین احمد کے علمی مرتبے اور خلاقی کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی زندگی کے بارے میں بھی مفید معلومات مہیا کی ہیں۔مصنف کا خیال ہے کہ بیسویں صدی کے تنقید کے دو مکاتب روسی ہیتی تنقید اور نئی تنقید، دونوں کے مباحث کلیم الدین احمد کی تنقید میں واضح طور پر دیکھے جاسکتے ہیں۔مصنف کا خیال ہے کہ کلیم الدین احمد کی تنقیدی تحریروں میں غور وخوض کرنے سے کئی تنقیدی تصورات ایسے ملتے ہیں جن کی خبر مابعد جدیدیت رنئی تنقید نے آج دی ہے۔

- **عہد نو آبادیات اور نذیر احمد کا عصری شعور**

ڈاکٹر کامران عباس کاظمی

زیرِ نظر مقالے میں مضمون نگار نے نذیر احمد کے عصری شعور اور جدید نو آبادیات کے تعلق کو بیان کیا ہے۔مضمون نگار نے نذیر احمد کی ناول نگاری کو زیرِ بحث لاتے ہوئے،نذیر احمد کے ناولوں کے ادبی طریقہ کار میں کچھ ادبی تبدیلیوں کا بھی ذکر کیا ہے۔مضمون نگار کے خیال میں واقعات کے فطری ربط، تسلسل اور ارتقاء کا فقدان نذیر احمد کے ناولوں میں نظر آ سکتا ہے لیکن تہذیبی و سماجی شعور کی جھلک اس کے ناولوں میں برابر موجود ہے۔نذیر احمد اپنے عصر سے کٹا ہوا نہیں بلکہ وہ اپنے زمانے کی بدلتی ہوئی سیاسی و سماجی صورت حال کا ادراک بھی رکھتا ہے اور اس صورت حال کو تبدیل کرنے کے لیے ادبی کاوشوں سے بھی کام لیتا ہے۔مضمون نگار کے خیال میں نذیر احمد کے ناولوں کا معیار آج بھی ممتاز اور نمایاں ہے۔

- **خالد فتح محمد کے ناول اے عشق بلا خیز کا تجزیاتی مطالعہ**

ڈاکٹر حمیرا اشفاق

زیرِ نظر مضمون خالد فتح محمد کے ناول اے عشق بلا خیز کے تنقیدی تجزیے پر مشتمل ہے۔مضمون نگار نے اس ناول کے بنیادی موضوع عشق کا تجزیہ کر کے عشق کو لافانی جذبہ قرار دیا ہے۔مصنفہ کے خیال میں ناول کا مرکزی موضوع تہذیبی و ثقافتی ٹکراؤ اور بُعد کا مسئلہ ہے۔ناول میں پاکستان کے قیام کے بعد یوپی سے آنے والے مہاجروں اور پنجاب کے مقامی باشندوں کے درمیان میل جول اور اشتراک کار میں آنے والی رکاوٹوں اور مشکلات کو کرداروں کے ذریعے پیش کیا گیا ہے۔ناول نگار نے تہذیبی و ثقافتی ٹکراؤ کے اس ماحول میں نئی نسل کے لیے حالات کے ناساز گار ہونے کی بھی نشاندہی کی ہے۔ مضمون نگار نے مختلف تہذیبی اکائیوں کے درمیان موجود لسانی مغائرت کے مسئلے پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

- **میرزا ادیب کی بچوں کے لیے کہانیاں۔۔۔تجزیاتی مطالعہ**

ڈاکٹر نسیم عباس احمر

زیرِ نظر مضمون معروف اردو ادیب میرزا ادیب کی بچوں کے لیے لکھی گئی کہانیوں کا تنقیدی تجزیہ ہے۔ اس مضمون میں میرزا ادیب کی بچوں کی کہانیوں میں میرزا ادیب کی بچوں میں اخلاق اور آداب کی تبلیغ کا پہلو بھی سامنے لایا گیا ہے۔اپنی کہانیوں کے وسیلے سے میرزا ادیب بچوں میں مثبت اقدار کی تربیت کے خواہاں ہیں۔مثلاً میرزا ادیب کی ایک کہانی ''دوستی'' میں بچوں کو یہ احساس دلایا گیا ہے کہ انسان معاشرتی حیوان ہے اور معاشرے سے کٹ کر تنہا زندگی نہیں گزار سکتا۔میرزا ادیب کی ان کہانیوں میں مضمون نگار کے خیال میں تربیتی اور تبلیغی پہلو نمایاں رخ کا حامل ہے۔ان کہانیوں میں میرزا ادیب اپنا بچوں سے تعلق ایک معلم اخلاق کی حیثیت سے قائم کرتے ہیں۔

- **اردو ادب کا رنگ رنگیلا سفر نامہ نگار محمد اختر ممونکا**

محمد اسماعیل جوئیہ/ پروفیسر ڈاکٹر روبینہ رفیق

زیرِ نظر مضمون اردو ادب کے معروف سفر نامہ نگار محمد اختر ممونکا کے سفر ناموں کا احاطہ کرتا ہے۔مضمون نگار نے جہاں سفر نامے کی تاریخ بیان کی ہے وہاں انہوں نے محمد اختر ممونکا کے صرف اکتالیس ڈالر لے کر آٹھارہ ملکوں کی سیر وسیاحت پر روانگی اور سفر کو بھی بیان کیا ہے۔محمد اختر ممونکا نے اپنے ایک سفر نامے''سفر تین درویشوں کا'' میں جاپانی لوگوں سے ملاقات اور برتاؤ اور سلوک کی منظر کشی کی ہے۔مضمون نگار نے اس مضمون میں محمد اختر ممونکا کے افسانوں کے اردو ادب میں مقام اور مرتبہ کے تعین کے حوالے سے مختلف نقادوں کے ممونکا کے سفر ناموں پر آراء کو بھی بیان کیا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ مضمون نگار نے مذکورہ کے سفرناموں میں موجود جزئیات نگاری، زبان، منظر کشی اور حقیقت نگاری کے پہلو سے بھی اس کے ادبی مقام کو متعین کیا ہے۔

- **راشد کی نظم ''خودکشی''**

ڈاکٹر فائزہ بٹ

زیرِ نظر مضمون اُردو کے معروف شاعر ن م راشد کی ایک نظم ''خودکشی'' کے تنقیدی مطالعہ پر مبنی ہے۔ راشد کی زبان اور ادبی طریقہ کار اور راشد کے موضوعات اور مسائل کا عمومی جائزہ بھی اس مضمون میں شامل کیا گیا ہے۔ مصنفہ کا خیال ہے کہ راشد نے اپنی نظموں کے ذریعے علامتیت، تصوریت اور ڈرامائیت کے نئے پہلو اجاگر کیے ہیں۔ راشد نے اپنے پہلے شعری مجموعے 'ماورا' میں انسان کی اس کائنات میں تنہائی، انسان کی شکستگی اور کم حوصلگی کے محرکات پر ادبی اظہار کے پیرائے میں روشنی ڈالی ہے۔اس مضمون میں راشد کی نظم ''خودکشی'' کا تجزیہ کرتے ہوئے مصنفہ نے فرد کی جبلت مرگ کو اہم نفسیاتی محرک قرار دیا ہے۔مضمون میں نظم ''خودکشی'' کی سطر در سطر تجزیاتی وضاحت بھی کی گئی ہے۔

- **یوسف ظفر کی شاعری میں تصور مذہب اور وطنیت**

ڈاکٹر شیراز فضل داد

زیرِ نظر مضمون میں معروف شاعر یوسف ظفر کی شاعری کو عمومی، اور اس کی شاعری کے دو اہم موضوعات 'مذہب' اور 'وطنیت' کو زیر بحث لایا گیا ہے۔مصنفہ کے خیال میں یوسف ظفر کا مذہب کا تصور اور اس تصور کا شاعری میں اظہار اس سطح کا ہے جس سطح کا تصور مذہب یوسف ظفر کے اردگرد میں موجود ہے۔ یوسف ظفر کش مکش اور نفسا نفسی کے دور میں اپنے خالق و مالک سے نیاز مندانہ اظہار بہترین شاعرانہ پیرائے میں کرتے ہیں۔ یوسف ظفر کے نعتیہ شاعری میں اُن کی نبی پاکؐ سے عقیدت اور وابستگی جذبہ عشق سے منور ہے۔ یوسف ظفر کے نزدیک وطن کی حیثیت ماں جیسی ہے۔ وہ وطن سے ماں کی طرح پیار کرتے ہے۔ یوسف ظفر وطن کو مادرِ گیتی قرار دیتے ہیں۔

- **مابعد نو آبادیات اُردو، سرائیکی تناظر میں**

امجد رضا

زیرِ نظر مقالہ مابعد نو آبادیات اُردو، سرائیکی تناظر میں کے عنوان سے سرائیکی شاعری اور جدید تنقیدی تصور مابعد نو آبادیات کی روشنی میں تشکیل دیا گیا ہے۔ مصنف کے خیال میں سرائیکی ادب میں نوآبادیاتی فکر کے عناصر موجود ہیں۔ سرائیکی وسیب کے لوگوں نے برطانوی قبضے کے دوران کالونائزیشن کی صعوبتیں برداشت کیں۔ جدید سرائیکی شاعری میں جبر اور قبضہ کے خلاف مزاحمت کے عناصر بھی موجود ہیں۔ جدید سرائیکی شعراء میں اشو لال کی شاعری میں سرائیکی ثقافت کا گہرا شعور جھلکتا ہے۔ اشو لال نے سرائیکی وسیب کی جمالیات کو اجاگر کیا ہے۔ اس مضمون میں سرائیکی شاعر رفعت عباس کی سرائیکی شاعری کی کتاب ''پڑچھیاں اُتے پھل'' کو بھی زیر بحث لایا گیا ہے۔

- **فرانسیسی ناول ناناں اور امراؤ جان ادا کا تنقیدی تقابل**

ڈاکٹر صباحت مشتاق

مصنفہ نے زیرِ نظر مضمون میں اُردو ناول ''امراؤ جان ادا'' اور امیل زولا کے فرانسیسی ناول ''ناناں'' کا تقابلی جائزہ پیش کیا ہے۔ مصنفہ کے خیال میں جس طرح ''ناناں'' فرانس کے شکست خوردہ دور کے حالات اور واقعات کا مرقع ہے اسی طرح ''امراؤ جان ادا'' بھی لکھنؤ کی شکست خوردہ تہذیبی صورتِ حال کا ایک اظہار ہے۔ مصنفہ نے ''امراؤ جان ادا'' کی ادبی سطح کو امیل زولا کا ناول ''ناناں'' کی نسبت زیادہ بڑا ادبی اظہار قرار دیا ہے اور ''ناناں'' اور ''امراؤ جان ادا'' دونوں ناولوں کو ایک ایسے آئینے قرار دیا ہے جس میں دو مختلف تہذیبیں اپنی تمام تر سماجی اور نفسیاتی باریکیوں کے ساتھ نظر آتی ہیں۔

- **اُردو ترجمہ ''دستار نامہ'' از خوشحال خان خٹک: ایک جائزہ**

ڈاکٹر نقیب احمد جان

زیرِ نظر مقالہ پشتو شاعر و نثر نگار، صاحب سیف و قلم خوشحال خان خٹک کی عظیم تصنیف ''دستار نامہ'' کی اہمیت اور اس کے اردو ترجمے سے متعلق ہے۔ مضمون نگار نے ''دستار نامہ'' کے مصنف خوشحال خان خٹک کے کلام میں ہمہ گیریت، آفاقیت اور رنگارنگی کے موجود ہونے کی نشاندہی کی ہے۔ ''دستار نامہ'' خوشحال خان خٹک کی ادبی تخلیقات کا مشہور شاہکار ہے۔ اس میں موصوف نے حکمرانی کے فنون اور سرداری و امارت کے لیے موزوں صفات کی تشریح کی ہے اور حکومت پاکستان نے اس کے ترجمے کا اہتمام کیا ہے۔ مضمون نگار کے خیال میں اس کتاب کا ترجمہ خوشحال خان خٹک کے افکار و نظریات کا نہ صرف تعارف بلکہ اس سے اسلامی تعلیمات و افکار اور پشتون نظریات و روایات کی ترویج و اشاعت میں بھی مددگار ثابت ہوگا۔

- **انیس ناگی کے افسانوی ادب میں نفسیاتی شعور**

ناہید ناز

زیرِ نظر مضمون میں مصنفہ نے مشہور اردو افسانہ نگار، قلم کار انیس ناگی کے افسانوی ادب میں نفسیاتی شعور کی تلاش کی ہے۔ مصنفہ نے اردو تنقید کے دبستان، نفسیاتی تنقید کی روشنی میں انیس ناگی کی تخلیقات کو پرکھتے ہوئے نفسیاتی اور کرداری تجزیہ پیش کیا ہے۔ مصنفہ کے خیال میں انیس ناگی کے افسانوی ادب میں نفسیات کی جن سمتوں نے نمو پائی ان میں یونگ کا اجتماعی لاشعور، نقاب، مادرِ عظمی کا سلبی پہلو جب کہ فرائیڈ کا نظریہ جنس شامل ہیں۔ مصنفہ کے خیال میں انیس ناگی کے افسانوی ادب میں اجتماعی لاشعور، اس کے اپنے معاشرے کے تہذیبی، تاریخی، ثقافتی، ذہنی اور فکری ورثے سے پھوٹتا ہے۔

یوسفی کا مزاح اور ان کا المیہ شعور

ڈاکٹر عزیز ابن الحسن

مشتاق احمد یوسفی اُردو زبان و نثر اور اردو مزاح کا ایک بڑا نام ہے۔ یہ مضمون یوسفی کے مزاح کی صورت اور معیار سے بحث کرنے کے ساتھ ساتھ یوسفی کے مزاح کے ایک پوشیدہ پہلو ''المیہ نگاری'' کی تفتیش کرتا ہے۔ مضمون میں یوسفی کی زبان، یوسفی کے تخیل کی بلند پروازی، مزاح کی روایت میں یوسفی کے مقام اور یوسفی کے مزاح اور اس مزاح کے اندر کارفرما المیہ و حزنیہ پہلو کی نشاندہی کی گئی ہے۔ مضمون میں یوسفی کے مزاح کی تہہ میں اور پس منظر میں موجود المیہ عناصر اور محرکات کا پتا لگایا گیا ہے۔ مضمون نگار کے خیال میں مشتاق احمد یوسفی کے بعد اردو ادب میں اُن کے پائے کا لفظ شناس و لفظ تراش، زبان دان، کرب و اہتزاز سے مملو نثر نگار اور زندگی کو عام آدمی کی سطح پر اُتر کر دیکھنے اور سرشار اور آزاد کی طرح اس کی مرقع نگاری کرنے والا کوئی نہیں رہا۔